امام سرخسیؒ کا فقہی اسلوب
(المبسوط کا تجزیاتی مطالعہ)

ڈاکٹر محمد سلیمان اسدی

شمس الائمہ امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسیؒ (۴۰۳-۴۹۰ ھ) کا شمار کبار فقہائے احناف میں ہوتا ہے۔[۱] آپ کے علمی تفوق اور فقہی بصیرت کی بنیاد پر اہل علم نے آپ کا فقہاء کے طبقۂ ثالثہ یعنی 'مجتہدین فی المسائل' میں ذکر کیا ہے۔[۲] امام سرخسیؒ کا اصل تعارف تو ان کی وہ فقہی تصانیف ہیں، جو انہوں نے فقہائے احناف کی ترجمانی میں تحریر فرمائی ہیں۔[۳] ان میں آپ کی کتاب 'المبسوط' شرح الکافی للحاکم الشہید المروزیؒ[۴] فنی وعلمی لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے، جسے آپ نے زمانۂ اسیری میں اس وقت تالیف فرمایا تھا، جب آپ کو خاقان کے حاکم نے اوزجند کی کنواں نما جیل میں محبوس کر دیا تھا۔[۵] یہ کتاب بنیادی طور پر ۳۰/اجزاء پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے پندرہ اجزا زمانۂ اسیری میں تحریر کیے گئے تھے، جس کا خود امام سرخسیؒ نے کتاب کے مختلف مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔ فقہی ابواب کی ترتیب پر 'المبسوط' کے نام سے بہت سی تصانیف منظر عام پر آئیں، تاہم ان میں امام سرخسیؒ کی کتاب 'المبسوط' کو جو قبولیت ملی وہ اس نام کی کسی دوسری کتاب کو حاصل نہ ہوسکی۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی فقہائے کرام کے ہاں مطلق 'المبسوط' کا لفظ استعمال ہو، اس سے 'المبسوط' للسرخسیؒ ہی مراد لی جاتی ہے۔[۶] بہرحال یہ کتاب کئی لحاظ سے خوبیوں کی حامل ہے، جس سے خود صاحب کتاب کی فقہی بصیرت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ امام سرخسیؒ کے فقہی مقام اور فقہائے احناف کے فقہی اجتہاد کی تفہیم کے لیے ذیل کی سطور میں امام سرخسیؒ کے فقہی اسلوب کا مختلف زاویوں سے مختصر تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

فقہی جزئیات کے اثبات میں ادلّہ شرعیہ کی ترتیب

امام سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ ایک فقیہ، قاضی اور مفتی کو چاہیے کہ کسی مسئلہ کا حل بتاتے ہوئے نصوص شرعیہ کی آئینی حیثیت اور اس کے مراتب کو پوری طرح ملحوظ رکھے اور فقہی جزئیات کے بارے میں لوگوں کی درست طریقے سے رہنمائی کرے۔ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے لازم ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب سے فیصلہ کرے۔ اگر درپیش معاملہ کا حل کتاب اللہ میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے فیصلہ کرے اور اگر اس میں بھی نہ ملے تو صحابۂ کرام کی ہدایات پر نظر ڈالے اور ان کے مطابق فیصلہ کرے اور قیاس پر ان کو مقدم سمجھے۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پاؤ گے''۔ اگر ان کا آپس میں اختلاف ہو تو ان میں سے جو بذاتہ عمدہ اور احسن ہوں، انھیں اختیار کر لے۔ قاضی کو یہ حق نہیں ہے کہ ان سب کی مخالفت کرے اور اپنی رائے سے ایک نئی راہ نکال لے، کیونکہ صحابۂ کرام جس بات پر متفق ہو جائیں اس کی مخالفت کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ لیکن جب ان میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو یہ گویا ان کی طرف سے اس بات پر اجماع ہے کہ حق ان کے مختلف اقوال سے متجاوز نہیں ہے، لہٰذا کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان کی مخالفت کرکے اپنی طرف سے ایک نئی بات نکالے، لیکن وہ ان اقوال میں سے احسن قول کا انتخاب کرسکتا ہے۔ ہاں اگر صحابۂ کرام کی آراء سے بھی وہ مسئلہ حل نہ ہو تو وہ اپنی رائے کو کام میں لائے اور مرویات پر قیاس کرے اور پھر اپنی مجتہدانہ رائے سے فیصلہ کرے اور یہ باور کرے کہ یہ حق ہے، اس لیے کہ وہ قضا کے باب میں من جانب اللہ مامور ہے اور آدمی اپنی وسعت بھر مکلّف ہے۔ اگر اسے مشکل پیش آئے تو اس میں اہل فقہ کی ایک جماعت سے باہمی مشورہ

کرلے۔ ایسے ہی اگر وہ اجتہاد کا اہل نہ ہوتو وہ فقہا کے مشورہ سے بات طے کرے، کیونکہ وہ فیصلے کے لیے حکم معلوم کرنے کا محتاج ہے۔ فقہا اگر اس مسئلہ میں اختلاف کریں تو ان کے احسن اور اشبہ بالحق قول پر نظر کر کے فیصلہ کرے۔ البتہ اگر مفتی یا قاضی کی رائے اپنے ہم عصر علماء کی رائے کے خلاف ہو اور وہ اپنی رائے کو بہتر سمجھتا ہو اور وہ اشبہ بالحق ہو تو اس پر فیصلہ کرے، اس لیے کہ اہل عصر کا اجماع اس کی رائے کے بغیر منعقد نہیں ہو گا کہ وہ ان میں سے ایک ہے۔ اور اگر یہ شخص اجتہاد کی اتنی بھی صلاحیت نہ رکھتا ہو کہ مختلف اقوال میں سے کسی ایک کا انتخاب کر سکتا ہو تو علماء میں سے اس شخص کے فتوی پر، جو اس کے نزدیک زیادہ فقیہ اور پرہیز گار ہو، فیصلہ کرے۔ یہ بھی ایک طرح کا اجتہاد ہے۔"[۷]

حالات اور عرف کے تقاضوں کا لحاظ

مجتہد کو کہیں کہیں اپنے زمانے کے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر فیصلہ کرنا پڑتا ہے، چاہے وہ حکم اپنے مسلک کے ائمہ فقہاء کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اصل میں ایک فقیہ کو حکم شرعی میں لوگوں کے عرف اور ان کی مصلحت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے لیے مسئلہ کا حل پیش کرے۔ امام سرخسیؒ نے اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کے حالات وتقاضوں کے مطابق بعض اوقات مجتہدانہ فتاویٰ دیے ہیں۔ اس کے لیے 'لاباس فی دیارنا'، 'فکذلک فی زماننا'، 'وفی زماننا' جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(الف) احناف کے ہاں قبر کی ہیئت لحد کی سی ہونی چاہیے، مزید یہ کہ اس کے اندر یا باہر زیب وزینت یا مضبوطی کے لیے پکی اینٹ کا استعمال کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ خود امام سرخسیؒ نے احناف کا مذہب نقل کیا ہے، مگر اس کے بعد فرماتے ہیں:

وانما اختاروا الشق فی دیارنا لتعذر اللحد فان الارض فیھا رخاوة ...	ہمارے علاقوں میں زمین کے نرم ہونے کے سبب لحد بنانا دشوار ہے، اس لیے فقہاء نے شق

لا بأس فی دیارنا لرخاوة الارض و کان یجوز استعمال رفوف الخشب و اتخاذ التابوت للمیت حتی قالوا اتخذوا تابوتاً من حدید لم ار به باساً فی هذه الدیار ۸

کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ میت کے لیے لکڑی کا تختہ استعمال کرنے اور تابوت بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہی نہیں، فقہاء نے تو لوہے کا تابوت بنانے کی بھی گنجائش نکالی ہے، بہرحال میرے نزدیک ان علاقوں میں ایسی چیزوں کا استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(ب) فقہاء احناف کے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام خطبہ دینا شروع کر دے تو پھر کوئی شخص نماز میں مصروف نہ ہو۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور عقبہ بن عامرؓ کی روایات موجود ہیں، جن میں خطبہ کے دوران نماز کی ادائیگی سے منع کیا گیا ہے، جب کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے والے شخص کو تحیۃ المسجد پڑھنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ حضرت سلیکؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو آپؐ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے دو رکعت نماز نفل پڑھ لی؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ تب آپ نے انھیں دو رکعت نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی اور اس دوران خطبہ دینے سے رکے رہے۔ اسی طرح روایت میں ہے کہ حضرت ابو درداءؓ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت خلیفہ مروان خطبہ دے رہا تھا۔ انھوں نے دو رکعت نماز ادا کی، پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے بعد دوران خطبہ میں دو رکعت پڑھنے سے باز نہیں آ سکتا۔ امام سرخسیؒ احناف کے دلائل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وفی زماننا الخطیب لا یترک الخطبة لاجل الداخل فلا یشتغل هو بالصلاة ۹

ہمارے زمانے میں خطیب دورانِ خطبہ مسجد میں آنے والے کسی شخص کے لیے خطبہ نہیں روکتا [کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ لے] اس لیے آنے والے کو دوران خطبہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

(ج) اہل مدینہ اور امام شافعیؒ نے قرآن کی اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے، جب کہ متقدمین ائمہ احناف اور خصوصاً امام ابو حنیفہؒ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ دلیل میں وہ بعض

احادیث پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث عبدالرحمٰن بن شبل الانصاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اقروا القرآن ولا تاکلوا به" ۱۰ (قرآن پڑھاؤ، لیکن اسے روزی کا ذریعہ نہ بنالو) اسی طرح حضرت ابی بن کعبؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب انہوں نے ایک شخص کو قرآن مجید کی ایک سورت پڑھائی اور اس نے اس کے عوض انھیں ایک کمان دی تو آپؐ نے فرمایا: اتحبّ ان یقوسک اللّٰه بقوس من نار (کیا تم اس بات کو پسند کروگے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اس کے بدلے آگ کی کمان پہنائے) انہوں نے جواب دیا: نہیں، تو آپؐ نے فرمایا: رد علیه قوساً، (اس کی کمان اس کو واپس کردو)۔ ۱۱

تاہم امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ بلخ کے بعض ائمہ کرامؒ نے اہل مدینہ کے قول کو پسند کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ متقدمین کے زمانہ میں ایک تو لوگوں کو نیکی کی طرف رغبت زیادہ تھی، دوسرے یہ کہ معلّمین حضرات کارِ خیر سمجھتے ہوئے بغیر کسی بدلہ کی امید کے یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے، جب کہ ہمارے زمانے کا حال مختلف ہے:

فاما فی زماننا فقد انعدم المعنیین جمیعاً، فنقول یجوز الاستیجار لئلا یتعطل هذا الباب ولا یبعد ان یختلف الحکم باختلاف الاوقات. ۱۲	ہمارے زمانہ میں یہ دونوں چیزیں معدوم ہو چکی ہیں۔ لہٰذا اس پر اجرت طلب کرنا جائز ہے، تاکہ قرآن کی تعلیم کا سلسلہ موقوف نہ ہوجائے۔ اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ زمانہ کے بدلنے سے مسائل کے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام سرخسیؒ کا شمار اگرچہ فقہاء کرام کے طبقۂ ثالثہ میں ہوتا ہے، جو اصول وفروع میں اپنے امام کے متبع ہوتے ہیں، پھر بھی وہ بعض امور میں حالات کے پیش نظر اپنے مسلک کے برخلاف مسئلہ کا حل تجویز فرماتے ہیں۔ اس سے ان کی فقہی بصیرت کا ثبوت ملتا ہے۔ نیز یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے مطابق ہر زمانہ کے فقہاء کرام اپنی بصیرت سے لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔

مسائل کی تفہیم و تنقیح میں مختلف زاویے

امام سرخسیؒ بعض اوقات جب کسی مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی تفہیم اور تنقیح مختلف زاویوں سے کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(۱) فقہی اصول وکلیات کا ذکر

وہ فقہی جزئیات کے ساتھ فقہی اصول بھی ذکر کر دیتے ہیں، جس سے مذکورہ مسئلہ کی تفہیم اور تنقیح بہ آسانی ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اس سلسلے کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

(الف) باب السجدۃ کے تحت فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سجدہ کی آیت پڑھ لی یا کسی سے سن لی تو ہمارے ائمہ احناف کے ہاں اس پر سجدہ کرنا واجب ہے، لیکن امام شافعیؒ نے حدیث اعرابی سے استدلال کرتے ہوئے اسے مستحب کہا ہے۔ احناف کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی وہ حدیث ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

اذا تلا ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكى، فيقول : امر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة وامرت بالسجود فلم اسجد فلى النار ۱۳؎

جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کرتا ہے تو شیطان اس سے دور جا کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کر دیا۔ اس کے لیے اس کے بدلہ جنت ہے اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اس جرم کی سزا میرے لیے آگ ٹھہری۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

والاصل ان الحكيم متى حكى عن غير الحكيم ولم يعقبه بالنكير فذلك دليل على انه صواب ، ففيه دليل على ان ابن آدم مامور بالسجود والامر للوجوب ۱۴؎

ضابطہ یہ ہے کہ جب حکیم (یعنی رسول اللہ ﷺ) نے غیر حکیم (یعنی شیطان) کی بات نقل کی اور اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، تو یہ اس کے درست ہونے کی دلیل ہے۔ حدیث مذکور میں دلیل ہے اس بات کی کہ ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

مذکورہ فقہی کلیہ سے اولاً ائمہ احناف کے قول کی توثیق ہوتی ہے، ثانیاً حدیث تقریری کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(ب) باب صلاۃ الجمعۃ میں امام سرخسیؒ نے نمازی پر وجوب جمعہ کی کچھ شرائط بیان کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ مقیم ہو، آزاد ہو اور مرد ہو۔ اس کی دلیل کے طور پر وہ حدیث جابرؓ نقل کرتے ہیں، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ لازم ہے، سوائے مسافر، غلام، بچہ، اور مریض کے، [ان کے علاوہ] کسی شخص نے بھی لہو و لعب یا تجارت میں مشغولیت کی وجہ سے جمعہ کو ترک کر دیا تو اللہ تعالی اس سے بے نیاز ہے۔''[۱۵]

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ اس کی قرین قیاس وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ غلام اپنے آقا کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے۔ اگر وہ جمعہ کی ادائی کے لیے جائے گا تو چونکہ جمعہ میں امام خطبہ دیتا ہے اس لیے اس میں کچھ وقت لگ سکتا ہے، چنانچہ شریعت نے آقا کی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے غلام سے نماز جمعہ کو ساقط کر دیا ہے، جس طرح کہ اسے جہاد میں جانے سے منع کیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

بخلاف الظهر، فانه يتمكّن من أدائه حيث هو بنفسه، فلا ينقطع عن خدمة المولى، او ذلك القدر مستثنى عنه من حق المولى، اذ ليس فيه ضرر كثير عليه، وتحمّل الضرر اليسير لايدل على تحمّل الضرر الكثير.[۱۶]

بخلاف نماز ظہر کے کہ اس کی ادائی پر وہ قدرت رکھتا ہے اور اس سے آقا کی خدمت میں کوئی زیادہ انقطاع لازم نہیں آتا، یا ویسے بھی اتنی مقدار [عموماً] آقا کے حق خدمت سے مستثنی ہوتی ہے، اس لیے کہ اس میں آقا کا کچھ زیادہ نقصان نہیں ہے بہر حال تھوڑا نقصان برداشت کرنا زیادہ نقصان برداشت کرنے پر دلالت نہیں کرتا۔

(ج) باب المستحاضۃ میں ایک مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک قاعدہ اور ضابطہ کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''اگر عورت چالیس دنوں سے پہلے نفاس سے پاک ہو جائے تو غسل کرے

اور نماز ادا کرے۔ اس لیے کہ نفاس کی کم از کم مدت مقرر نہیں ہے۔ باقی حکم کے اعتبار سے نفاس قلیل ہو یا کثیر، دونوں برابر ہیں، لہٰذا جب عورت نفاس سے پاک ہوجائے تو اس پر لازم ہے کہ غسل کرے اور ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے نماز پڑھے، اس لیے کہ اسے خون کا دوبارہ آنا ایک ظنی چیز ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ **"لایترک المعلوم بموھوم"** یعنی ایک ظنی چیز کے مقابلہ میں یقینی چیز کو نہیں چھوڑا جاسکتا"۔[۱۷]

امام سرخسیؒ نے اپنی کتاب میں بہت سے مقامات پر فقہی جزئیات بیان کرتے ہوئے اصول وکلیات کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہاں صرف چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ فقہی جزئیات کے بیان میں ان قواعد وضوابط کو ذکر کرنے سے امام سرخسیؒ کا اصل مقصد تفہیم میں الجھن کو دور کرنا ہے، لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہی جزئیات کی بنیاد اور اساس محض ظنی چیزوں پر نہیں ہوتی ہے، بلکہ ان کے پس پردہ کچھ کلیات وقواعد ہوتے ہیں، جن سے فقہی جزئیات کا استنباط واستخراج ہوتا ہے۔

(۲) سیرت نبوی سے استدلال

امام سرخسیؒ بعض فقہی جزئیات کا ذکر کرکے اشارہ کرتے ہیں کہ وقتی مصلحتوں اور زمانی تقاضوں کو بھی مسائل فقہیہ کے استنباط اور استخراج میں مدنظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کفار مسلمانوں سے مصالحت کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کا امیر بھی اسے اسلام اور مسلمانوں دونوں کے لیے وقتی مصلحت کی بنیاد پر درست سمجھتا ہے، تو اسے ایسا کرنے کا حق ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ سے معاملہ کیا تھا۔ یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست اور دبے لفظوں میں ذلت محسوس کی جارہی تھی، مگر حقیقت میں ہرگز ایسا نہیں تھا، بلکہ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی وقتی مصلحتوں کی بنیاد پر یہ فتح اور کامیابی تھی۔ فرماتے ہیں:

لأنہ کان نظراً للمسلمین لما کان بین أھل مکة وأھل خیبر من المواطئة علی أن رسول اللہ ﷺ إن توجہ الی أحد

مدینہ کا محل وقوع مکہ اور خیبر کے درمیان ہے، [اور دونوں مسلمانوں کے دشمن تھے] اور پھر ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا تھا کہ اگر پیغمبر اسلامؐ

الفريقين أغار الفريق الآخر على المدينة، فوادع أهل مكة، حتى يأمن من جانبهم اذا توجه الىٰ خيبر ۔[۱۶]

ایک گروہ پر حملہ کریں تو دوسرا فریق مدینہ پر حملہ کردے گا۔ چنانچہ آپؐ نے اہل مکہ سے [ان کی منہ مانگی شرائط پر] صلح کرلی، تاکہ خیبر پر حملہ کرتے وقت ادھر سے اطمینان رہے۔

(۳) کلامِ عرب سے استشہاد

المبسوط اگرچہ فقہ کی کتاب ہے اور اس میں فقہی جزئیات ہی زیر بحث رہتے ہیں، اس کے باوجود اس میں بعض مقامات پر امام سرخسیؒ نے اپنے مدعا کے اثبات کے لیے ادلّہ شرعیہ کے ساتھ کلامِ عرب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(الف) تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ طہارتِ اصغر (وضو) کے حصول کے لیے پانی دستیاب ہونے کے وقت اعضائے مغسولہ پر پانی بہانا لازم ہے، لیکن فقہاے احناف میں امام ابو یوسفؒ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اعضائے مغسولہ کو محض تر کرنا کافی ہے، پانی بہانا ضروری نہیں۔ امام سرخسیؒ جمہور فقہائے کرام کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ادلّہ شرعیہ میں 'غسل' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور لغت عرب میں 'غسل' کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی چیز پر پانی بہایا جائے اور میل کچیل دور کی جائے۔ دلیل میں یہ شعر پیش کیا ہے:

فياحسنها اذ يغسل الدمع كحلها
واذ هي تذرى دمعها بالأنامل [۱۹]

(اس کے حسن وجمال کا کیا کہنا، جب آنسو اس کی آنکھوں میں موجود سرمہ کو دھو دیتے ہیں اور جب وہ آنسوؤں کو انگلیوں کے پوروں سے صاف کرتی ہے۔)

(ب) حج کے زمانہ میں محرم کو جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان میں حرم کا شکار بھی ہے۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ محرم کے لیے ہر طرح کے شکار کی ممانعت ہے، خواہ جانور ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم۔ اس لیے کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ میں لفظ 'الصید' آیا ہے: "لَاتَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ" (المائدۃ: ۹۵) اور اہل لغت جب لفظ 'الصید' استعمال

کرتے ہیں تو اس سے عموم مراد ہوتا ہے، جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے:

صید الملوک ثعالب و أرانب   واذ ارکبت فصیدی الأبطال [۲۰]

(بادشاہوں کے شکار تو لومڑیاں اور خرگوش ہیں اور جب میں سوار ہوتا ہوں تو

میرا شکار بہادر ہوتے ہیں۔)

(۴) تعاملِ صحابہ کرامؓ کا حوالہ

امام سرخسیؒ بعض دفعہ کسی مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے مختلف طرزِ عمل بیان کر دیتے ہیں۔ درحقیقت اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ شرعی احکام کے نفاذ میں زمان و مکان کا بہت زیادہ دخل ہوتا ہے، اسے ملحوظ رکھتے ہوئے طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر وہ امام حاکمؒ کا بیان کردہ مسئلہ" امام (خلیفہ وقت) اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے بیت المال سے بقدر ضرورت مال مقرر کر لے اور لیتا رہے" نقل کرنے کے بعد خلفائے راشدینؓ کے اخذِ وظیفہ کے بارے میں مختلف طرز ہائے عمل ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے ابتدا میں وظیفہ لینے سے انکار کیا، مگر اس کے باوجود کبار صحابہؓ نے جمع ہو کر آپؓ کا وظیفہ مقرر کیا، اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی بیت المال سے وظیفہ لیتے رہے، جب کہ حضرت عثمانؓ چونکہ مالدار تھے، اس لیے انھوں نے بیت المال سے وظیفہ نہیں لیا۔[۲۱]

امام سرخسیؒ نے خلفائے راشدینؓ کے ان مختلف طرز ہائے عمل پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے، لیکن اس کے ذریعے درحقیقت یہ اشارہ کر رہے ہیں کہ وظیفہ کے قبول اور عدمِ قبول میں حالات و واقعات کا بڑا دخل ہے۔ اس کا بین ثبوت خلفائے راشدینؓ کا عمل ہے، اس لیے سرکاری اعمال میں منہمک لوگوں کے وظیفہ کے بارے میں زمانہ کے حالات و واقعات اور اس شخص کی معاشی صورت حال کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

(۵) فقہاء کرامؒ کی آراء و اقوال سے استدلال

امام سرخیؒ اپنی کتاب میں بسا اوقات کسی مسئلہ کی تفہیم اور تنقیح کے لیے فقہائے کرام

کے اقوال و آراء کا بھی حوالہ دیتے ہیں، جس سے مسئلہ کی صحت کے بارے میں تشفی اور اطمینان ہو جاتا ہے۔ کتاب میں اس سلسلے کی بہت سی نظیریں موجود ہیں، مثلاً کبھی وہ فرماتے ہیں: "**ھٰکذا ذکرہ فی نوادر ابی سلیمان**" کبھی کہتے ہیں: "**ذکرہ فی نوادر ھشام**" کبھی فرماتے ہیں: "**وذکر فی النوادر**" کہیں امالی ابی یوسف کا حوالہ دیتے ہیں، کبھی فرماتے ہیں: **ھکذا ذکر فی الجامع الصغیر، ذکرھا فی کتاب الآثار، ذکرھا الطحاوی**۔[۲۲]

(۶) فقہی جزئیات میں احتیاط پر مبنی مسلک اختیار کرنا

المبسوط میں بہت سے مقامات پر معلوم ہوتا ہے کہ جہاں حلال وحرام کے مسائل واحکام کا بیان ہوتا ہے وہاں امام سرخسیؒ احوط قول کو اختیار کرتے ہیں، چاہے وہ قول ائمہ احناف کے خلاف کیوں نہ ہو۔ اس کی توضیح کے لیے ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

ائمہ احناف کے ہاں حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لیے کم از کم دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا لازمی ہے، جب کہ شافعیہؒ کے ہاں اس کے لیے چار عورتوں کا ہونا ضروری ہے اور مالکیہؒ کے ہاں ایک عادل عورت کی گواہی بھی کافی ہے۔ مالکیہؒ کا استدلال حدیثِ عقبہ بن حارث ہے، جس میں آپ ﷺ نے ایک عورت کی گواہی کو قبول کیا تھا اور عقبہ بن حارث کے ابی ہانی کی بیٹی سے نکاح کو فسخ کر دیا تھا۔[۲۳] جب کہ فقہائے احنافؒ اس بارے میں حدیث عمرؓ سے استشہاد کرتے ہوئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری سمجھتے ہیں۔ امام سرخسیؒ اس مقام پر احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء مالکیہؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

فالأحوط ان یتنزّہ عنھا ویأخذ بالثقة، سواء أخبرت بذلک قبل عقد النکاح أو بعد عقد النکاح، وسواء شھد به رجل أو امراۃ۔[۲۴]

احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ وہ شخص اپنے آپ کو اس عورت سے دور رکھے اور ثقہ عورت کی گواہی کو اختیار کر لے، خواہ اس کے بارے میں اس نے گواہی عقد نکاح سے پہلے دی ہو یا بعد میں اور خواہ اس معاملہ میں ایک مرد نے گواہی دی ہو یا صرف ایک عورت نے۔

(۷) غلط رسومات پر تنقید

امام سرخسیؒ بسا اوقات اپنے زمانہ کی غلط اور مروّجہ غیر شرعی رسومات پر تنقید بھی کرتے ہیں اور اس ضمن میں تاریخی حکایات اور واقعات بھی بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں ایک غلط طرزِ عمل یہ چل پڑا ہے کہ قاضی کی عدالت کے دروازہ پر ایک دربان بٹھا دیا جاتا ہے، جو لوگوں کے عدالت میں داخل ہونے سے پہلے ان سے رقم وصول کرتا ہے۔ قاضی کو اس کا علم ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اس سے منع نہیں کرتا۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ حالاں کہ مسجد یا قاضی کی عدالت میں داخل ہونے سے کسی کو بھی نہیں روکا جا سکتا۔ اس کے باوجود لوگ ظلم سے بچنے کے لیے رشوت دیتے ہیں۔ اس معاملہ میں قاضی اور اس کے دربان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے امین کے متعلق جانتا ہے کہ وہ شراب پیتا ہے یا بدکاری میں ملوث ہے، مگر اس کے باوجود اس کو اس سے منع نہیں کرتا۔ [۲۵]

(۸) تاریخی واقعات کا بیان

امام سرخسیؒ نے المبسوط میں بہت سے مقامات پر تاریخی واقعات ذکر کر کے مسائل کی تفہیم میں آسانی پیدا کی ہے۔ مثال کے طور پر حرمت رضاعت کے بارے میں وہ امام بخاریؒ کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس بات کے قائل تھے کہ اگر دو بچوں نے کسی جانور کا دودھ پی لیا تو ان کے درمیان حرمت ثابت ہو جائے گی، تاہم ائمہ احناف کے نزدیک جانوروں کا دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اس موقع پر وہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام ابو حفصؒ کے زمانے میں محمد بن اسماعیل صاحب الاخبار، بخارا میں تشریف لائے اور حرمتِ رضاعت کے بارے میں فتوی دینے لگے۔ شیخ ابو حفصؒ نے انہیں (اس علاقہ میں) ایسا کرنے سے منع کیا، اس کے باوجود وہ باز نہ آئے۔ چنانچہ جب لوگوں کو ان کی اس رائے کا علم ہوا تو اکٹھے ہو گئے اور انھیں بخارا سے نکال دیا۔ اس لیے کہ عام لوگوں کی سمجھ بھی اسی چیز کا تقاضا کرتی تھی کہ حرمت کی بنیاد کرامت پر ہے، اور کرامت کا اختصاص انسان کے ساتھ ہے نہ کہ جانور سے۔ [۲٦]

(۹) ترجیح اور محاکمہ

جب کسی مسئلہ کے متعلق فقہاء احناف کی مختلف آراء پائی جاتی ہیں اور کسی ایک قول پر ان کا اتفاق نہیں ہوتا تو امام سرخسیؒ ان حضرات کے دلائل کی قوت کا اندازہ لگا کر ان کا محاکمہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(الف) امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ قاضی کے منصبِ قضا کی حیثیت کی تعیین میں فقہاء کرام کا اختلاف ہوا کہ قاضی معاملات اور عبادات دونوں مسائل میں فتوی جاری کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ قاضی صرف معاملات کی حد تک فیصلہ کر سکتا ہے۔ ان حضرات نے قاضی شریح کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ جب ان سے حبس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں صرف فیصلہ کر سکتا ہوں، فتوی نہیں دے سکتا۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ معاملات میں تو فتوی نہیں دے سکتا البتہ عبادات سے متعلق فتوی دے سکتا ہے۔ یہ اختلاف ذکر کر کے امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

والاصح انه لاباس بان يفتی فی المعاملات والعبادات فی مجلس القضاء وفی غير مجلس القضاء، فقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفتی ويقضی والخلفاء رضی الله عنهم بعده كذلک . ۲۷	درست بات یہی ہے کہ قاضی معاملات اور عبادات دونوں صورتوں میں فتوی جاری کر سکتا ہے، خواہ وہ مجلس قضاء میں ہو یا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدینؓ کا عمل بھی ایسا ہی تھا کہ وہ فتوی بھی دیا کرتے تھے اور فیصلہ بھی کیا کرتے تھے۔

(ب) کوئی ذمی کسی مسلمان سے ایک مکان اجرت پر لے اور اس میں کوئی انفرادی شکل کی عبادت گاہ بنالے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کرایہ کے اس مکان میں کنیسہ وغیرہ بنالے، جس میں دوسرے لوگ بھی جمع ہوں اور اپنے مراسمِ عبودیت ادا کریں۔ بعض اہل علم دوسری صورت کو اختیار کرنے سے صرف شہروں کی حدود میں منع کرتے ہیں، جب کہ دیہات میں کرایہ کے مکان میں ایسا کرنے سے منع نہیں کرتے، جب کہ بعض دوسرے اہل علم شہر اور دیہات دونوں جگہوں پر اس کی اجازت نہیں دیتے۔ امام سرخسیؒ دونوں طرح کے اقوال نقل

کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک پہلا قول درست ہے۔ صرف شہروں میں اس سے منع کیا جائے گا، تاکہ بعض نادان لوگ ان کے فتنے میں نہ آجائیں''۔ ۲۸؎

ائمہ احناف اور صاحب الکافی حاکم شہیدؒ سے فقہی اختلافات اور اسباب

امام سرخسیؒ نے المبسوط میں بہت سے مقامات پر حاکم شہیدؒ اور ائمہ احناف کی فقہی جزئیات سے اختلاف کیا ہے۔ اختلاف کی صورت میں وہ ائمہ احناف کی دلیل ذکر کرنے کے بعد اپنا نقطہ نظر دلیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت ذیل میں چند مثالوں سے کی جاتی ہے:

۱- بدعقیدہ کی گواہی کی قبولیت کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلے میں ائمہ احناف اور ابن ابی لیلیؒ کا قول یہ ہے کہ اس کی گواہی قبول کی جائے گی، جب کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایسا شخص کفر کے قریب ہے تو اس کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں، بصورت دیگر اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ ایسے شخص کے بارے میں امام سرخسیؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے:

والأصحّ عندی أنّها لاتُقبل، لأن المعتقد للهوىٰ يدعوالناس الى اعتقاده، ومتّهم بالنقول على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لاتمام مراده، فلا تقبل روايته لهذا۔ ۲۹؎	میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیوں کہ بدعقیدہ شخص لوگوں کو اپنی بدعقیدگی کی طرف بلاتا ہے اور ایسا شخص محض اپنے مقصد کے حصول کے لیے نبی کریم ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرتا ہے۔ لہٰذا اس کی بات نہیں قبول کی جائے گی۔

۲۔ اگر حاکم وقت مالِ خراج کی تجارت کی غرض سے سائمہ بکریاں خرید لے اور ان پر ایک سال گزر جائے تو امام حاکم شہید کے نزدیک ان پر زکوۃ واجب ہوجاتی ہے۔ امام سرخسیؒ ان کے مسلک کو نقل کرکے اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وفی هذاالفصل نظر، فان الزكوة لاتجب الا باعتبار الملك والمالک، ولهذا لا تجب فی سوائم	یہ مقام محلِ نظر ہے، اس لیے کہ زکوۃ کے وجوب کے لیے ملک اور مالک کا ہونا ضروری ہے۔ (اگر کوئی ایک شرط نہ ہو، یا دونوں شرائط مفقود

الوقف ولافی سوائم المکاتب، ویعتبر فی ایجابھا صفة الغنی للمالک، وذلک لا یوجد ھنا اذا اشتراھا الامام بمال الخراج للمقاتلة فلاتجب فیھا الزکوة، الا ان یکون مراده انه اشتراھا لنفسه فحینئذ تجب فیھا الزکوة باعتبار وجود المالک وصفة الغنی له۔ ۳۰

ہوں تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی، جیسا کہ) سوائم الوقف (ملک نہیں) اورسوائم المکاتب (مالک نہیں) میں زکوۃ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ زکوۃ کے وجوب کے لیے مالک کا غنی ہونا بھی ضروری ہے، جب کہ یہاں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں تو امام نے مالِ خراج سے ان سائمہ بکریوں کوخریدا ہے، اس لیے یہاں زکوۃ نہیں۔ ہاں اگرامام ذاتی طور پر اپنے لیے ان بکریوں کوخریدتا تو اس وقت زکوہ لازم ہوتی، کیونکہ اس صورت میں مالک پایا جارہا ہے اور وہ غنی بھی ہے۔

مسائل اور دلائل کی تکرار سے اجتناب

المبسوط میں فقہی جزئیات کے ضمن میں ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کرام کے مسالک اور ان کے دلائل بیان کرتے ہوئے امام سرخسیؒ نے اکثر وبیش تر مسائل اور دلائل کی تکرار سے اجتناب کیا ہے۔اس سلسلے کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(الف) بعض دفعہ وہ کوئی فقہی جزئیہ بیان کرتے ہوئے اس جیسے دیگر جزئیہ کا حوالہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں، مثلاً: ’’**وقد بیّنّا اختلاف الروایات فی کتاب الشرکة**‘‘ ۳۱ اور ’’**وقد بیّنّا ھٰذا فی کتاب الدعوی ایضاً**‘‘ ۳۲ اور ’’**وقد بیّنّا الکلام فی مقدار التعزیر فی کتاب الحدود**‘‘۔ ۳۳

(ب) بسا اوقات طوالت سے بچنے کے لیے امام محمدؒ یا اپنی کسی دوسری کتاب میں مذکور مسئلہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے نکاح کے وقت مہر کے عدم تعین اور بیع وشراء کے وقت قیمتوں کے تعین سے متعلق مسئلہ میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وتمام بیان ھذا الفصل فی الجامع الصغیر ۔ ۳۴

(ج) بعض مقامات پر کسی فقہی جزئیہ کے متعلق تفصیلی مسائل اور دلائل کی طرف اشارہ کرنے کے ساتھ متعلقہ ضروری بحث بھی ذکر کردیتے ہیں۔ ۳۵

امام سرخسیؒ کے فقہی تسامحات

(الف) نقلِ مسالک میں

المبسوط کے بعض مقامات پر امام سرخسیؒ سے ائمہ وفقہاء کرام کے مسالک نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے، مگر اس بات کا بھی امکان ہے کہ چوں کہ ائمہ مذاہب سے مختلف اقوال منقول ہوتے ہیں اور امام سرخسیؒ کی تالیف ان کے زمانۂ اسیری میں شروع ہوئی تھی تو اس وقت شاید آپ تک ان کا یہی مسلک پہنچا ہو، تاہم ائمہ کرام کے مسالک جنھیں تلقی بالقبول حاصل ہے، ان کے برعکس ہیں۔ اس سلسلے کی دو مثالیں درج ذیل ہیں:

۱- امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ ''ائمہ احناف اور شافعیہ کے یہاں باپ کی اولاد کے حق میں اور اولاد کی باپ کے حق میں گواہی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح بیوی کی اپنے خاوند کے حق میں، خاوند کی بیوی کے حق میں، غلام کی اپنے آقا کے حق میں اور آقا کی اپنے غلام کے حق میں گواہی جائز نہیں ہے، جب کہ امام مالکؒ باپ کی اولاد کے حق میں اور اولاد کی باپ کے حق میں گواہی کو درست قرار دیتے ہیں۔[۳۶]

یہاں امام سرخسیؒ سے امام مالکؒ کا مسلک نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے۔ اس لیے کہ فقہ مالکیؒ کے مشہور امام علامہ ابن عبدالبرؒ اپنی کتاب الکافی میں امام مالکؒ کا مسلک اس کے برعکس نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

ومن هذا لم تجز شهادة الأب لابنه وإن علا، ولا شهادة الإبن وإن سفل لأبيه، وان كانوا عدولاً على غيرهم۔[۳۷]	اس وجہ سے باپ دادا کی گواہی بیٹے پوتے کے حق میں اور بیٹے پوتے کی گواہی باپ دادا کے حق میں جائز نہیں ہے، اگرچہ یہ لوگ دوسروں کے معاملات میں عدول (معتبر) ہوں گے۔

۲- کیا مسبوق امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا؟ اس سلسلے میں وہ امام ابراہیم نخعیؒ کا مسلک ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

وعن ابراهيم النخعي انه لا يسجد معه لان اوان سجود السهو بعد السلام	ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو ادا نہیں کرے گا، کیوں کہ سجدۂ

وھو لا یتابعه فی السلام فکیف یتابعه فیما یودی بعد السلام ۔[۳۸]

سہو کا وقت سلام کے بعد ہے۔ جب مقتدی سلام پھیرنے میں امام کی پیروی نہیں کرے گا تو پھر وہ کیوں کر سلام کے بعد ادا کیے جانے والے عمل میں اس کی متابعت کرے گا۔

حالاں کہ سجدۂ سہو سے متعلق یہ مسلک امام ابراہیم نخعیؒ کا نہیں، بلکہ ابن سیرینؒ کا ہے۔[۳۹]

(ب) قوتِ دلائل میں

امام سرخسیؒ نے المبسوط میں بعض فقہی جزئیات کے بارے میں رکیک اور کمزور قسم کی تاویلات کی ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ شاید آپ کی پہلی ترجیح یہ تھی کہ ظاہر الروایۃ سے ثابت شدہ مسائل کو حتی الامکان درست قرار دیا جائے اور اس کے مقابلہ میں نادر الروایہ کی تاویل کی جائے۔ مثال کے طور پر بعض روایات میں صلوۃ الکسوف میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کیے جانے کا تذکرہ ہے۔ ان روایات کے بارے میں فقہائے احناف بہ شمول سرخسیؒ مختلف توجیہات کرتے ہیں۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے ان تاویلات کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان رکع رکوعاً طویلاً، وکان الصحابة یرفعون رؤوسھم، یرون انه ھل قام منه ام لا؟ فتوھّم المتأخّرون منھم تعدّد الرکوع، فانه رکیک عندی وان کان أصله من المبسوط للسرخسی ۔[۴۰]

نبی علیہ السلام نے لمبا رکوع کیا اور صحابۂ کرام بار بار اپنے سروں کو اٹھاتے رہے، یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ کھڑے ہوئے ہیں یا نہیں، تو پیچھے کھڑے ہوئے لوگوں نے کئی رکوع کا گمان کرلیا۔ میرے نزدیک یہ توجیہ رکیک اور کمزور ہے، اگرچہ یہ امام سرخسیؒ کی کتاب المبسوط میں مذکور ہے۔

(ج) فقہی کلیات میں

امام سرخسیؒ نے المبسوط کے مختلف مقامات پر یہ فقہی کلیہ بیان کیا ہے: ''بناء القوی علی الضعیف لایجوز'' (قوی کی بنیاد ضعیف پر نہیں ہوسکتی) لیکن کہیں وہ خود ہی اس کلیہ

کے خلاف مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:

و اما اذا شرع فی الصلاۃ قائماً، ثم عجز عن القیام فی خلال الصلاۃ وقعد، له ان یبنی علی صلاته، لان هذا بناء القوی علی الضعیف وذلک یصح۔[۴۱]	بہر حال جب ایک آدمی کھڑے ہو کر نماز شروع کرتا ہے، پھر درمیانِ نماز کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتا ہے اور بیٹھ جاتا ہے، تو اس کے لیے اجازت ہے کہ اس پر اپنی نماز کی بنا کرے۔ اس لیے کہ یہاں قوی کی بنیاد ضعیف پر ہے اور ایسا کرنا درست ہے۔

یہاں اگر چہ مسئلہ کی نوعیت اور اس کے تقاضے کو دیکھتے ہوئے درایت کے لحاظ سے صحت کا حکم لگانا درست ہے، تاہم امام سرخسیؒ کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق اسے درست نہیں ہونا چاہیے۔

حواشی ومراجع

۱ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے آپ کا نام محمد بن ابی سہل بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ جن سوانح نگاروں نے آپ کا نام محمد بن احمد بن ابی سہل لکھا ہے، ان سے سہو ہوا ہے۔ (مالک رام و مختار الدین احمد [مرتبین] مقالہ نگار حمید اللہ، نذر عرشی، نئی دہلی، مجلس نذر عرشی، ۱۹۶۵ء، ص۱۲۱) القرشی، محی الدین ابو محمد عبد القادر ابن ابی الوفاء، **الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة**، حیدر آباد دکن: مجلس دائرۃ المعارف النظامیة، هند، ۱۳۳۲هـ، ۲۹/۲ ۔ ابن قطلوبغا، زین الدین قاسم، **تاج التراجم فی طبقات الحنفیة**، بغداد: مطبعة العانی، ۱۹۶۲ء، ص ۵۲۔ الزرکلی، خیر الدین: **الاعلام قاموس التراجم**، بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۸۴ء، ۳۱۵/۵۔ حاجی خلیفة، **کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون**، بیروت: دار احیاء التراث العربی، سن ندارد، باب المیم، ۱۵۸۰/۲ ۔ طاش کبری زادہ، **مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ**، بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۸۵ء، ۲۴۶/۲۔

فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیۃ، لاہور: المیز ان ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۵ء، ص ۲۳۱

۲۔ لکھنوی، ابوالحسنات محمد عبدالحی، **الفوائد البهية فی تراجم الحنفية، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچی،** ٢٠٠٤ء، ص٢٠٦

۳۔ سوانح نگاروں نے امام سرخسیؒ کی ان تصانیف کا تذکرہ کیا ہے: (۱) شرح السیر الکبیر (۲) شرح السیر الصغیر (۳) اصول الفقہ (۴) صفۃ اشراط الساعۃ ومقامات القیامۃ (۵) شرح الجامع الکبیر (٦) شرح مختصر الطحاوی (۷) المبسوط شرح الکافی۔

۴۔ آپ کا نام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی ہے۔ حاکم شہید کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے امام محمدؒ کی چھ کتابیں، جو ظاہر الروایۃ کے نام سے مشہور ہیں، ان کی تلخیص 'الکافی' کے نام سے کی۔ آپ کی ایک اور کتاب 'المنتقی' ہے، جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ [حاجی خلیفہ، **کشف الظنون، باب الکاف،** ١٣٢٨/١]

۵۔ **الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية،** ٢٩/٢، **الفوائد البهية فی تراجم الحنفية،** ص ٢٠٦

٦۔ **كشف الظنون، باب الكاف،** ١٣٢٨/١

۷۔ **السرخسی: المبسوط، دار الكتب العلمية، بيروت،** ٢٠٠١ء، **كتاب ادب القاضی،** ١٩٥/١٦

۸۔ **ايضاً، باب غسل الميت،** ٩٨/٢

۹۔ **ايضاً باب صلوة الجمعة،** ٤٦/٢

۱۰۔ **احمد بن حنبل، المسند، حديث:** ١٥٦٧٤

۱۱۔ **ايضاً، حديث:** ٢٢٧٥٥

۱۲۔ **المبسوط، باب الاجارة الفاسدة،** ٤١/١٦

۱۳۔ **ايضاً ، كتاب الصلوة، باب السجدة،** ٦/٢

۱۴۔ **ايضاً**

۱۵؎ سنن الدار قطنی، دارالکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۰۳ء، ۳/۲، السنن الکبری، للبیهقی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰٤ء، ۱۸٤/۳

۱۶؎ المبسوط، کتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ۲/ ۳٦_ ۳۷

۱۷؎ ایضاً، باب المستحاضة، ۲/ ۳۲_ ۳۳

۱۸؎ ایضاً، کتاب السیر، باب الصلح والموادعة، ۱۰/ ۹٦

۱۹؎ ایضاً، کتاب الصلوة، ۷٦/۱

۲۰؎ ایضاً، باب جزاء الصید، ٤/ ۱۰۱

۲۱؎ ایضاً، باب عشر الارضین ۳/ ۲۳

۲۲؎ *ملاحظہ کیجیے المبسوط، ۲/۱۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۹، ۵/۱۰۰، ۱٦/۱٦*

۲۳؎ *صحیح بخاری، کتاب الشہادات، ۲٦٦۰، سنن ابوداود، کتاب الاقضیة، ۳٦۰۳، سنن نسائی، باب الرضاع، ۹۰۱٦*

۲۴؎ المبسوط، باب الرضاع، ۵/ ۱۳۱

۲۵؎ ایضاً، کتاب ادب القاضی، ۱٦/ ۹٤

۲۶؎ ایضاً، باب الرضاع، ۵/ ۱۳۲

۲۷؎ ایضاً، کتاب ادب القاضی، ۱٦/ ۱۰۰

۲۸؎ ایضاً، باب اجارة الدور والبیوت، ۱۵/ ۱۵۱

۲۹؎ ایضاً، باب من لا تجوز شهادته، ۱٦/ ۱۵۸

۳۰؎ ایضاً، باب زکوة الارضین والغنم والابل، ۳/ ۵۵

۳۱؎ ایضاً، باب اجارة الدور والبیوت، ۱۵/ ۱۵۷

۳۲؎ ایضاً، باب الاستحلاف، ۱٦/ ۱۳۸

۳۳؎ ایضاً، باب شهادة الزور، وغیرها، ۱٦/ ۱۷٤

۳۴؎ ایضاً، باب الشهادة فی الشراء والبیع، ۱٦/ ۱۹۰

۳۵؎ ایضاً، وقدبینا فی کتاب الطلاق والتطلیقتین ولا یجوز شهادة دافع عن

نفسہ الخ، باب شهادة الزور وغيرها،١٦/ ١٧٥

۳۶؎ ایضاً، باب من لاتجوز شهادته، ١٦/١٤٣

۳۷؎ ابن عبدالبر، كتاب الكافي فى فقه اهل مدينة المالكي، قاهره: مكتبه حسان، ١٩٧٩ء، كتاب الشهادة، ٢/ ٢١٠

۳۸؎ المبسوط، با ب سجود السهو، ١/ ٢٣٠

۳۹؎ النووی، المجموع شرح المهذب، بيروت: دارالفكر، ٢٠٠٣ء، ٤/ ١٤٦

۴۰؎ انور شاه كشميری، فيض الباری، المطبعة الاسلامية السعودية، لاهور، ١٩٧٩ء، با ب صلوة الكسوف، ٢/ ٣٨٢، المبسوط، ٢/ ١٥٠

۴۱؎ المبسوط، باب صلوة المريض، ١/ ٣٨٢

☆☆☆

مذہب کا اسلامی تصور

مولانا سلطان احمد اصلاحی

اس کتاب میں معاملاتِ دنیا سے مذہب کی بے دخلی کے تصور کو اس کے خاص تاریخی تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ چرچ کے ناقابلِ بیان مظالم کے نتیجے میں یورپ میں چرچ اور اسٹیٹ کی علیحدگی اور مسیحیت سے بے زاری کے ساتھ خود مذہب سے بے زاری پیدا ہوگئی تھی۔ دوسرے باب میں قرآن اور سنت کی روشنی میں اسلام کے مطلوبہ تصوّرِ مذہب کو پورے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آفسیٹ کی عمدہ طباعت، صفحات: ۵۹۱ قیمت =/۱۰۰ روپئے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی- ۲۵

اعلانِ ملکیت سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی، فارم:۴، رول:۹

۱۔مقام اشاعت: نبی نگر،(جمال پور)علی گڑھ

۲۔نوعیت اشاعت : سہ ماہی

۳۔ پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری

۴۔قومیت: ہندوستانی

پتہ: دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۵۔ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری،

پتہ: دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۶۔ملکیت: ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی،

نبی نگر،(جمال پور)علی گڑھ

بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی

۱۔مولانا سید جلال الدین عمری (صدر)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۲- ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی (سکریٹری)

سی ۹، ڈوپلکس کوارٹرس، سول لائنس، علی گڑھ

۳۔ڈاکٹر محمد رفعت (خازن)

شعبۂ فزکس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۴- پروفیسر صدیق حسن (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۵۔ جناب محمد جعفر (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۶۔مولانا محمد فاروق خاں (رکن)

۱۳۵۳- بازار چتلی قبر، دہلی-۶

۷۔ جناب ٹی، کے، عبداللہ (رکن)

مالاتھن کنڈی ہاؤس، بیلیری، کالی کٹ

۸۔ جناب نصرت علی (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۹۔ ڈاکٹر احمد سجاد (رکن)

طارق منزل، بریاتو ہاؤسنگ کالونی، رانچی

۱۰۔انجینیر سید سعادت اللہ حسینی (رکن)

حیدرآباد

مندرجہ بالا معلومات میرے علم و یقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر

سید جلال الدین عمری